بحث و نظر

دیگر کروں پر نماز کی ادائیگی کا مسئلہ

پروفیسر محمود سلطان کھوکھر

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر یہ صراحت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ تسخیر سے مراد ان جملہ اشیاء کو انسانوں کے بس میں کر دینا ہے، تاکہ وہ ان سے فائدہ حاصل کریں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم میں لفظ 'تسخیر' صرف مسلمانوں یا کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں، بلکہ ان آیات مبارکہ میں کل نوعِ انسان مخاطب ہے، یعنی ہر انسان کے لئے تسخیر کے دروازے کھلے ہیں۔ چونکہ تسخیر کائنات کے حوالہ سے بیش تر آیات مبارکہ کا تعلق آسمان اور زمین میں موجود جملہ اشیاء کی تسخیر سے ہے اور ان آیات میں عموم پایا جاتا ہے، اس لیے بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ اس دنیا کے علاوہ دیگر کرہ ہائے سماوی پر بھی انسانی زندگی بعید نہیں ہے اور بہت ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں انسان اپنی تسخیری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر ان کروں پر بھی زندگی کے وسائل مہیا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

تاریخ عالم پر نگاہ رکھنے والے اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ ہبوط آدم سے لے کر اب تک کرۂ ارض کے علاوہ دوسرے سماوی کروں کے متعلق جتنی تفصیلات اسلام نے مہیا کی ہیں کسی دوسرے مذہب نے نہیں کیں۔ قرآن کریم کی متعدد سورتیں سماوی کروں پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہیں۔ نیز سیرت نبوی کے حوالہ سے واقعۂ معراج نے اجرام فلکی کے مطالعہ میں اہل علم کے لئے ایک نئی راہ کھولی اور ایک سر بستہ راز کی طرف پہلی مرتبہ رہ نمائی کی۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (الحج: ٦٥) — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ زمین میں ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیۃ:۱۳) اور بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے۔

قرآن کریم میں اس مضمون کی متعدد آیات آئی ہیں۔ان کے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر زمین وآسمان کے درمیان موجود ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے تو لامحالہ وہ جلد یا بدیر زمین و آسمان کے درمیان پائے جانے والے تمام کرہ ہائے سماوی کو مسخر کرلے گا۔ کیا اس تسخیر کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کے حوالہ سے اسلامی شریعت ہماری کوئی رہ نمائی کرتی ہے؟ مثلاً ان کرہ ہائے سماوی میں اسلامی عبادات کیونکر ممکن ہوں گی؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آج ہمارے لیے جدید سائنسی، معاشی، صنعتی اور معاشرتی مسائل پر نصوص قطعیہ کی روشنی میں غور وفکر کرنا ازبس ضروری ہوجاتا ہے۔ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جدید فقہی مسائل کے تعلق سے فقہاءِ کرام کا مہیا کردہ ذخیرہ ہماری کتنی رہ نمائی کرتا ہے۔

اس طرح کے سوالات کے ذیل میں بعض لوگوں کی رائے یہ ہوسکتی ہے کہ خلا اور دیگر کرہ ہائے سماوی پر عبادات کی بجا آوری کے جو مسائل پیش آسکتے ہیں ان پر ابھی گفتگو کرنا قبل از وقت ہوگا۔لیکن اگر سائنسی ترقی کو سامنے رکھا جائے تو اس کے امکانات زیادہ دور نہیں معلوم ہوتے۔ امام ابوحنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ) نے اپنی فقہی مجلس کے ساتھ مل کر جن لاکھوں مسائل کا استخراج کیا ان میں ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جن سے کسی مسلمان کو آج تک واسطہ نہیں پڑا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیش آمدہ مسائل پر غور وفکر کی روایت سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے ڈالی اور آج ہمیں اس روایت کو آگے بڑھانا ہے۔

اس طرح کے مسائل پر غور وفکر کرنے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ دین اسلام تمام جہانوں کے لیے آخری دین ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ بھی تمام جہانوں کا احاطہ کرتی ہے۔ ان تمام باتوں کا تقاضا ہے کہ اس نوع کے مسائل کے سلسلے میں بھی ہم عالم گیریت اور ہمہ گیریت کا مظاہرہ کریں۔

اس مقالہ میں بحث کو صرف ایک مسئلہ تک محدود رکھتے ہوئے اہل علم کو غور و فکر کی دعوت دی جارہی ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ کرہ ارضی کے علاوہ دیگر کرہ ہائے سماوی پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی؟

کسی دوسرے کرے پر نماز کی ادائیگی کے حوالہ سے صرف دو فرائض متاثر ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) اوقات نماز (۲) نماز میں قبلہ رخ ہونا

ذیل میں انہی دو پہلوؤں سے گفتگو کی جائے گی۔

نماز کے وقت کی تعیین کا مسئلہ

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:۱۰۳)	بے شک نماز مومنین پر متعین وقت میں فرض کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ نماز کے اوقات کی تعیین کے حوالہ سے بطور نص ہماری رہ نمائی کرتی ہے۔ چنانچہ فقہائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے اس کا وقت ہونا ضروری ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

لا تصح الصلوٰۃ بدون معرفة الوقت يقينا اوظناً بالاجتهاد، فمن صلی بدونها لم تصح صلاته[۱]	اگر نماز کے وقت کا یقینی علم یا اجتہاد کے ذریعے ظن غالب نہیں ہے تو نماز درست نہیں۔ چنانچہ جو شخص کوئی نماز اس کا وقت ہوئے بغیر پڑھتا ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ خلا میں یا دیگر کرہ ہائے سماوی پر نماز کی ادائیگی کے لئے اوقات کی تعیین کس طرح ہوگی؟ اس کرہ ارضی میں تو ہم نماز کے اوقات کے لئے شمسی تقویم اور زکوۃ و حج وغیرہ کے لئے قمری تقویم سے مدد لیتے ہیں، لیکن اگر مسلمان چاند یا کسی دوسرے کرہ پر آباد ہونے کے وسائل مہیا کرلیں تو وہ نماز کے اوقات کے لئے کیا طریقہ کار وضع کریں گے؟

اس مسئلہ پر اگرچہ فقہائے متقدمین ومتاخرین نے براہ راست بحث نہیں کی ہے، لیکن اس سے ملتے جلتے ایک مسئلہ کا ذکر ان کے ہاں ملتا ہے۔ وہ یہ کہ جن ممالک میں چھ(۶) ماہ دن اور چھ(۶) ماہ رات رہتی ہے، مثلاً ناروے وغیرہ، وہاں نماز کے اوقات کی تعیین کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جائے گا؟ اس موضوع پر فقہاء نے کافی بحث کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

فقہائے احناف میں سے شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد الحلوانی (م ۴۴۸ھ)، محمد بن ابی القاسم البقالی (۴۹۰-۵۶۲ھ) اور عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (م ۷۱۰ھ) کے مطابق ایسے ممالک میں، جہاں بعض نمازوں کے اوقات کا پتہ نہیں چلتا، ان اوقات کی نمازیں واجب نہیں ہیں، جب کہ ابن الشحنۃ (۸۱۵-۹۲۱ھ)، کمال الدین ابن ہمام (۶۹۰-۷۶۱ھ) اور امام احمد بن محمد طحطاوی (م ۱۳۲۱ھ) وغیرہ نے اس کے برعکس ان علاقوں میں بھی مکمل پانچ نمازوں کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔[۲] اسی طرح امام محمد بن ادریس الشافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ) اور امام یحییٰ بن شرف نووی (۶۳۱-۶۷۶ھ) بھی وجوب صلوٰۃ ہی کے قائل ہیں۔

لیکن برصغیر پاک وہند کے فقہاء میں سے مفتی محمد شفیع (۱۳۱۴-۱۳۹۶ھ) اور ان کے فرزند مفتی محمد رفیع عثمانی نے حلوانی، بقالی اور نسفی کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے عدم وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔ ان کے مطابق شریعت مطہرہ نے نماز کے لئے وقت کو سبب قرار دیا ہے، لہٰذا جہاں پانچوں اوقات متحقق ہوں گے وہاں پانچوں نمازیں فرض ہوں گی اور جہاں ان اوقات میں کوئی وقت مفقود ہوگا وہاں اس وقت کی نماز بھی فرض نہ ہوگی۔[۳]

اس فتویٰ پر مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے سخت تنقید کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ان ممالک میں بھی پانچ اوقات کی نمازیں ادا کی جائیں گی۔ ان کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) ہر دن اور رات (چوبیس گھنٹوں) میں پانچ اوقات کی نمازیں نصوصِ قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں۔

(۲) اس مسئلہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازوں کے لئے اوقات اسباب ہیں یا

علامات۔ علامہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) نے لکھا ہے کہ فقہائے کرام اوقات کو اسباب قرار دیتے ہیں اور اصولیین علامات کو اسباب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جو نمازیں نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ کی رو سے فرض ہیں، صرف علامات اور معرفت کے نہ ہونے سے ساقط نہیں ہوسکتیں۔

(۳) حدیث معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور تمام آفاق کے لیے ان کو فرض کیا گیا اور یہ حکم سب کے لیے برقرار رہا، جس میں کسی ملک و اقلیم کی کوئی تخصیص ہیں۔ نیز حضور اکرمؐ کی رسالت روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کے لیے ہے، خواہ وہ کسی بھی خطہ ارضی اور کسی بھی اقلیم سے تعلق رکھتے ہوں، پانچ نمازوں کا حکم سب کے لیے ہے۔

(۴) اوقاتِ معلومہ کے نہ ہونے کی صورت میں نماز ساقط ہے، اس پر کوئی واضح نص موجود نہیں ہے۔

(۵) وجوب صلوٰۃ کا فتویٰ قیاس و عقل اور نصوص مطلقہ کے مطابق ہے۔[۴]

اس تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دیگر کرہ ہائے سماوی پر بھی پانچ نمازیں ہی ادا کی جائیں گی اور اوقات کے بجائے علامات کو علت قرار دیا جائے گا۔

ان کروں پر نماز کی ادائیگی کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ اس حوالہ سے امام شافعی، امام نووی اور ابن ہمام سمیت وجوب صلوٰۃ کے قائل جملہ فقہاء نے خروج دجال کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

> ''صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دجال کتنی مدت تک زمین میں ٹھہرے گا۔ آپؐ نے فرمایا: چالیس دن تک، جن میں ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے ایام کی طرح ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا ہمارے لیے اس دن ایک یوم کی (پانچ) نمازیں کافی ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں! اس دن تم اندازہ کر کے نمازیں ادا کرو''۔[۵]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں اندازہ کر کے نمازیں ادا کی جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ اندازہ علامات کو دیکھ کر قائم کیا جاتا ہے، کیونکہ اوقات کی تعیین سے اندازہ کا وجود زائل ہو جاتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری (۱۲۹۲-۱۳۵۳ھ) نے اس حوالہ سے یہ تحقیق پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''میرے نزدیک ایسے ممالک میں نمازیں پانچ ہی واجب ہیں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ یہ نمازیں اور روزے کس طرح ادا کیے جائیں گے تو اس کی طرف شوافع کے علاوہ دوسرے لوگوں نے خاص توجہ نہیں کی۔ شوافع نے کہا ہے کہ قریب ترین ملک میں جن کو عشاء کا وقت ملتا ہے ان کے حساب سے نمازیں ادا کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔''[۶]

مفتی ظفر احمد عثمانی کے نزدیک بھی ایسے حالات میں اندازہ کر کے ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں فصل کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔[۷] مفتی عزیز الرحمٰن (مفتی دارالعلوم دیو بند) کا بھی اسی پر فتویٰ ہے۔[۸] مفتی رشید احمد لدھیانوی نے تو ایسے حالات میں نماز کے اوقات کی تعیین بھی کر دی ہے، ''وقت فجر ایک گھنٹہ، پھر چھ گھنٹے گزرنے پر ظہر، پھر تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے بعد عصر (مثلین) انتہائے وقت فجر سے بارہ گھنٹے گزرنے پر مغرب، پھر ایک گھنٹہ کے بعد عشاء، پھر دس گھنٹے کے بعد فجر۔''[۹]

خلاصۂ کلام یہ کہ ایسے علاقوں میں جہاں نماز کے اوقات کی تعیین کا مسئلہ درپیش ہوگا وہاں پانچ وقت کی نمازیں قریبی ملک کے اوقات سے مطابقت دے کر ادا کی جائیں گی۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے کرّہِ ارضی کے علاوہ کسی بھی کرے یا خلا میں نماز کے اوقات کے لیے فقہائے وقت اور ماہرین فلکیات کے باہم مشورے اور فیصلے سے حالات کے پس منظر میں کسی اسلامی ملک کے اوقات کو معیار بنایا جا سکتا ہے۔

سمتِ قبلہ کی تعیین

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے قبلہ رُو ہونا شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (البقرۃ:۵۰)

جہاں کہیں سے نکلو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔ اور تم جہاں بھی ہو اپنے چہرے اسی کی طرف کرو۔

اس میں صرف دو صورتوں کا استثناء ہے:

(۱) خوف کی حالت۔

(۲) مسافر جب سواری پر نماز ادا کر رہا ہو۔

خلا میں موجود اشخاص کو مسافر پر قیاس کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان میں وہ تمام اسباب بدرجۂ اتم موجود ہیں جو مسافر میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے اشخاص کے لیے تعیین قبلہ شرط نہ ہوگی۔

فقہاء میں امام شافعیؒ کے علاوہ جمہور اس پر متفق ہیں کہ جو شخص خانۂ کعبہ کو دیکھ نہیں رہا ہے اس کے لیے فرض ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کی سمت رخ کر کے نماز ادا کرے۔ ۱۰ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

ما بين المشرق والمغرب قبلة ۱۱ مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔

امام شافعی کے نزدیک خانۂ کعبہ کی عمارت کے عین سامنے رخ کر کے نماز ادا کرنا فرض ہے، کیونکہ آیت قرآنی کا یہی تقاضا ہے۔ امام شافعیؒ کے اس استدلال پر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے تنقید کی ہے۔ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک اس رائے کو ترجیح ہے کہ خانۂ کعبہ کی سمت رخ کریں۔" ۱۲

"مالکیہ کے نزدیک نیچے کی سات زمینوں سے لے کر عرش معلیٰ تک ساری جگہ کعبہ ہے۔ جو کوئی بلند پہاڑوں یا گہرے کنوؤں میں نماز ادا کرے اس کی نماز اسی طرح درست ہے جیسے خانہ کعبہ کی چھت پر اور اس کی عمارت کے اندر درست ہے۔" ۱۳

قبلہ کے رخ کی تعیین کے مسئلہ میں فقہاء نے کچھ اصول متعین کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) حنفی فقہاء کے نزدیک جن شہروں اور قصبوں میں ایسی مسجدیں موجود ہیں جن کو صحابہ یا تابعین نے تعمیر کروایا ہو تو جس رخ پر ان کی محرابیں ہوں وہی قبلہ کا رخ ہیں۔

(۲) جہاں ایسی مسجدیں موجود نہ ہوں، مگر مسلمان موجود ہوں تو کسی نمازی شخص سے قبلہ کا رخ دریافت کر لینا کافی ہے۔ وہی قبلہ کا رخ ہوگا۔

(۳) صحرا اور غیر آباد جگہ پر سورج، چاند اور ستاروں کے ذریعے قبلہ کا رخ متعین کیا جا سکتا ہے۔

(۴) جہاں یہ تمام وسائل مہیا نہ ہوں اور کچھ سمجھ میں نہ آئے تو جدھر گمان غالب ہو وہی قبلہ ہوگا۔ اس کو اصطلاح میں 'تحرّی' (اندازہ کر کے رائے قائم کرنا) کہتے ہیں۔[۱۴]

اس آخری اصول سے فائدہ اٹھا کر دیگر کرہ ہائے سماوی پر سمتِ قبلہ کی تعیین کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

اگر ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ نماز کے لئے خانہ کعبہ کی سمت رخ کرنے کی علّتِ غائی کیا ہے؟ تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد وحدتِ ملی اور ایک مرکز کی طرف رخ کرنے اور اسی کی طرف متوجہ رہنے کے علاوہ اور کچھ نہیں، تاکہ مسلمان خواہ کسی فرقے، کسی گروہ اور کسی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں خواہ کسی طرح کا اختلاف پایا جاتا ہو، مگر ان کا مرکزِ عبادت ایک ہو اور وہ اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ چنانچہ مسلمان جب قبلہ روٗ ہو کر نماز ادا کرتے ہیں تو اس کا مقصد اس چار دیواری کی عبادت یا پوجا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پیچھے یہ فکر کارفرما ہوتی ہے کہ یہ وہ پہلا مرکز اطاعت ہے جو انسانی فکر کی وحدت کا نشان ہے۔ ورنہ اللہ تو ہر جگہ موجود ہے، وہ کسی سمت یا جگہ میں مقید نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۱۵) سو جس طرف تم منہ کرو اللہ وہاں موجود ہے۔

دیگر کرہ ہائے سماوی پر، جہاں سمتِ قبلہ کی تعیین کا مسئلہ پیش آ سکتا ہے، ہم اس آیت مبارکہ سے بھی استشہاد کر سکتے ہیں اور مخصوص حالت میں اس نص قرآنی سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ دیگر کرہ ہائے سماوی پر رہتے ہوئے کرۂ ارضی کو قبلہ

کی سمت سمجھا جائے اور زمین کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جائے۔لیکن چونکہ زمین سمیت دیگر دریافت شدہ تمام کرے سورج کے گرد اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں، اس لیے دورانِ گردش جس کرے کا رخ زمین کی طرف ہو اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جائے گی۔لیکن دوران گردش جب زمین نظروں سے اوجھل ہو تو 'اصول تحرّی' سے استفادہ کرتے ہوئے اندازہ سے نماز ادا کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

حواشی و مراجع

۱ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی ،الفقه الاسلامی و ادلّته، دار الفکر، دمشق، ج۱،ص ۵۶۹

۲ مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی، جواهر الفتاویٰ، اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، ج۱،ص۱۶۲

۳ مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ماہنامہ البلاغ شوال ۱۳۹۳ھ (نومبر ۱۹۷۳ء) میں شائع ہوا، بعد ازاں روزنامہ جنگ ۱۱/اپریل ۱۹۸۳ء میں بھی نقل ہوا۔

۴ مفتی محمد عبدالسلام، جواهر الفتاویٰ، ج۱،ص ۱۶۶-۱۷۰، ابن نجیم، البحر الرائق، دارالمعرفۃ، بیروت، ج۱،ص۲۲۴

۵ ابن الہمام، فتح القدیر، دارالمعرفۃ، بیروت، ج۱،ص۱۵۶

۶ علامہ انور شاہ کشمیری، العرف الشذی، دار التراث العربی، بیروت،ص۴۶۴

۷ مولانا ظفر احمد عثمانی، امداد الاحکام، مکتبہ دار العلوم کراچی، ج۱،ص۴۰۵

۸ مفتی عزیز الرحمٰن، فتاویٰ دار العلوم دیو بند، (طبع قدیم) دارالعلوم دیوبند، یوپی، انڈیا، ج۱،ص۳۶۷

۹ مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاویٰ، ایچ۔ایم سعید کمپنی پاکستان، چوک کراچی ۱۴۰۰ھ، ج۲،ص۱۲۳-۱۲۴

۱۰ ابن عابدین شامی، الدر المختار، دارالفکر، بیروت، ج۱،ص ۳۹۷

۱۱ ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب القبلۃ، حدیث نمبر ۱۰۱۱

۱۲ الفقه الاسلامی و ادلته، ج۱،ص۵۹۸ ۱۳ ایضاً

۱۴ منہاج الدین، مینائی، اسلامی فقه، مکہ پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور، ص ۱۰۱-۱۰۲

ایک اہم اعلان

تحقیقاتِ اسلامی کے صفحات میں اضافہ اور مقالات کی انگریزی تلخیص

الحمد للہ تحقیقاتِ اسلامی کے بتیس (۳۲) سال پورے ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں علمی حلقوں میں اسے اعتبار حاصل ہوا ہے اور اس کے مشتملات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

طے کیا گیا ہے کہ آئندہ اس کے مقالات کی انگریزی زبان میں تلخیص بھی شائع کی جائے۔ اس کے لیے اس میں آٹھ صفحات کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

کوشش کی جاتی ہے کہ تحقیقاتِ اسلامی کی کمپوزنگ، طباعت اور کاغذ معیاری ہو، اس کے باوجود گزشتہ پانچ سال سے اس کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن مسلسل بڑھتی ہوئی ہوش ربا گرانی کی وجہ سے اب ہمیں بہ درجۂ مجبوری اس میں اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ ۲۰۱۴ء سے تحقیقاتِ اسلامی کا زرتعاون حسب ذیل ہوگا:

اندرونِ ملک	**برائے پاکستان**
فی شمارہ ۴۰ روپے	سالانہ (انفرادی) ۲۰ ڈالر امریکی
سالانہ ۱۵۰ روپے	سالانہ (ادارے) ۲۵ ڈالر امریکی
پانچ سال کے لیے ۶۰۰ روپے	**برائے دیگر ممالک**
سالانہ (لائبریریاں و ادارے) ۲۰۰ روپے	سالانہ (انفرادی) ۲۵ ڈالر امریکی
	سالانہ (ادارے) ۳۰ ڈالر امریکی

امید ہے تحقیقاتِ اسلامی کے قارئین اسے گوارا کریں گے اور حسب سابق ان کا تعاون جاری رہے گا۔

(منیجر)